عہد نبوی وفاروقی میں آفات، وباؤں کے دوران کفالت عامہ کا تصور اور حکمت عملی، عصری تناظر میں ایک تحقیقی جائزہ

A research Study on the Concept of Public Welfare and Strategy during Natural Disasters and Epidemics in the Prophetic and Farooqi Era in contemporary context.

Rafiudin
PHD scholar Deportment of Quran and Sunnah,University of karachi, karachi
rafihadi1990@gmail.com
Dr.Syed Ghszanfer Ahmad
Assistent professor, Deportment of Quran and Sunnah,University of karachi,karachi drghazanfar@uok.edu.pk

Abstract

A disaster is an extraordinary natural event that disrupts the normal course of life, while an epidemic is a deadly contagious disease that spreads rapidly and affects a large number of people. Both have scientific as well as spiritual causes that lead to their occurrence. Disasters and epidemics have profound human, economic, environmental, and moral impacts, affecting not only individuals but entire social systems and governance structures.The purpose of this research is to review the public welfare measures, strategies, and models implemented during the Prophetic era and the Caliphate of Umar in times of such crises. In both periods, the state ensured the welfare of the people not only through spiritual means but also through practical, social, and economic actions.This study adopts an analytical approach to evaluate the policies of these eras in the context of contemporary challenges. The Islamic welfare state is not merely a theoretical concept but a model based on practical governance and responsibility, where the state is fully accountable for the welfare of its people.

If current governments and institutions adopt the strategies of the Prophetic and Umar' eras, not only can they effectively confront present disasters and epidemics, but they can also establish a just, ethical, and stable society.

Keywords: Disasters and Epidemics - Prophetic and Umar' Era Strategies and ،public welfare

آفت کا مفہوم:

الآفَة: العَاهَة، وفي المحكَم: عَرَضٌ مُفْسِدٌ لما أَصابَ من شيءٍ۔[1] **آفت کا مطلب ہے: کوئی عیب یا نقصان جو کسی چیز کو نقصان پہنچائے۔** محکم (لغت کی معتبر کتاب) میں آفت کی تعریف یوں کی گئی ہے : وہ فساد یا خرابی جو کسی شے کو لاحق ہو جائے اور اسے نقصان پہنچائے۔

وبا کا مفہوم:

وبا كل مرض شديد العدوى، سريع الانتشار من مكان الى مكان ،يصب الانسان والحيوان والنباتات وعادة ما يكون قاتلا كا الطاعون ،كثير ما تنتشر الاوباء بعد الحرب۔ [2]

وبا ہر وہ بیماری ہے جو شدید متعدی ہو، ایک جگہ سے دوسری جگہ تیزی سے پھیلتی ہو، اور انسانوں، جانوروں اور پودوں کو متاثر کرتی ہو۔ یہ عموماً مہلک (جان لیوا) ہوتی ہے، جیسے طاعون۔ اکثر اوقات وبائیں جنگ کے بعد پھیلتی ہیں۔

ناگہانی قدرتی آفات کا تاریخی پس منظر:

انسانی تاریخ گواہ ہے کہ انسانیت نے ہمیشہ مختلف نوعیت کی آفات، آزمائشوں اور بحرانوں کا سامنا کیا ہے۔ طاعون، قحط، زلزلے، طوفان، سیلاب، خشک سالی اور مہلک وباؤں جیسے حادثات نے نہ صرف انسانی جانوں کو نگلا بلکہ معاشرتی، سیاسی، معاشی اور اخلاقی نظام کو بھی بری طرح متاثر کیا۔ یہ آفات زمینی اور آسمانی دونوں نوعیت کی رہی ہیں، جن سے ہر دور کے انسان کو گزرنا پڑا۔ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ ان مصیبتوں نے نہ صرف انسان کو آزمائش میں ڈالا بلکہ اس کے صبر، حوصلے اور اجتماعی نظم کو بھی جانچا۔ اسلامی تاریخ میں بھی ان آفات کا ذکر موجود ہے جنہوں نے امت مسلمہ کو جھنجھوڑا اور ان کے لیے نصیحت و تنبیہ کا باعث بنیں۔ ان فطری آفات کے اثرات انفرادی زندگی سے لے کر ریاستی نظام تک محسوس کیے گئے، جنہوں نے انسانی رویوں، طرز حکمرانی، وسائل کی تقسیم اور معاشرتی اقدار پر گہرے اثرات ڈالے۔

وباؤں و آفات کے اسباب اور اسلامی و سائنسی نقطہ نظر:

اس کائنات میں انسانوں پر جو آفات، وبائیں آتی ہیں وہ حقیقتاً اللہ تعالی کی طرف سے ہوتی ہیں اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے، اب ان کے کچھ ظاہری اور حسی اسباب ہوتے ہیں جو دیکھے جا سکتے ہیں۔ بعض لوگ اسی کو ان وباؤں اور آفات کا سبب سمجھتے ہیں جبکہ ان کے باطنی اسباب بھی ہوتے ہیں جن کے متعلق قران و سنت میں واضح تعلیمات موجود ہیں۔

سائنسی نقطہ نظر میں اسباب ہیں، آبادی کے تناسب میں اضافہ : یعنی کم رقبے والی جگہ پر جب آبادی اور اس کی نقل و حرکت بڑھ جاتی ہے تو وباؤں کا پھیلنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے اس وجہ سے آبادی کے بڑھنے میں سے معیاری زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے اور بنیادی صحت کے ضروری مسائل صفائی وغیرہ میں بگاڑ اجاتا ہے اور ماحول بھی متاثر ہو جاتا ہے۔

موسمیاتی تبدیلی: موسمیاتی ماہرین کے مطابق فضاؤں میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے موسمیاتی تبدیلی کی رفتار خطرناک طور پر بڑھتی جا رہی ہے جن سے سمندری سطح پر اضافہ گلیشیرز کے پھلنے کے ساتھ موسم کی شدت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

ماحولیاتی آلودگی: صنعتی ترکی کے لیے شہری آبادیوں کے قریب بہت فکٹریاں بنائی گئی ہیں اسی طرح ٹرانسپورٹ کی کثرت سے جس سے دھوئیں کا اثر براراست فضااور ماحول پر پڑتا ہے جس سے فضااور ماحول دونوں آلودہ ہو جاتے ہیں جن کا اثر ڈائریکٹ حیات انسانی پر ہوتا ہے۔

وائرس اور حیوانات: خاص کر وباؤں کے متعلق جو وائرس ان کا وباؤں کا سبب بنتا ہے ان میں خاص کر حیوان جیسے سور، چمگا دڑ، بلیاں، جوئیں اور بندر وغیرہ میں کئی قسم کے وائرس ہوتے ہیں جو انسانوں تک منتقل ہوتے ہیں اور کئی وبائیں حیوانات میں موجود وائرس ہی کے سبب انسانوں میں منتقل ہوتے ہیں۔

جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں جو مصائب، وبائیں انسانی اعمال کی وجہ سے بھی پھوٹ پڑتی ہیں۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: وما اصابتكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم، ويعفو عن كثير[3]. اور جو کچھ تکلیف تمہیں پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کیے ہوئے اعمال سے ہے اور بہت سے معاف ہی کر دیتا ہے۔ اس آیت میں بھی مصیبت سے وہ تکلیف مراد ہے جو اللہ رب العزت کی طرف سے برائیوں اور گناہوں کے بدلے میں نازل ہوتی ہے۔

ارشاد نبی ہے:

اذا اتخذ الفيء دولا ،والامانه مغنما، والزكاه مغرما، وتعلم لغير الدين، واطاع الرجل امراته، وعق امه، وادنى صديقه،واقصى اباه،وظهره الاصوات في المساجد،وساد القبيلة فاسقهم ،وكان الزعيم القوم ارذلهم،واكرم الرجل مخافه شره،وظهرت القينات والمعازف،وشربت الخمور ولعن اخر هذه الامة اولها،فليرتقبوا عند ذلك ريحا حمراء،وزلزله وخسفا ومسخا وقذفا و ايات تتابع كنظام بال قطع سلكه فتتابع.[4]

جب مالِ غنیمت کو ذاتی دولت سمجھا جائے، امانت کو غنیمت سمجھ کر ہڑپ کیا جائے، زکوٰۃ کو بوجھ سمجھا جائے، علم دین دنیاوی فائدے کے لیے سیکھا جائے، آدمی اپنی بیوی کا فرمانبردار ہو اور ماں کا نافرمان، دوست کو قریب اور باپ کو دور کیا جائے، مساجد میں شور ہونے لگے، قوم کی قیادت فاسق افراد کے ہاتھ میں آجائے، قوم کا بدترین شخص اس کا سردار بن جائے، لوگ اس سے ڈر کر عزت دیں، جس کے شر سے بچنا مقصود ہو، گانے بجانے اور موسیقی عام ہو جائے، شراب نوشی عام ہو جائے، امت کے لوگ اپنے اسلاف کو برا بھلا کہیں، اس وقت انتظار کرو سرخ آندھیوں کا ،زلزلوں کا، زمین میں دھنسنے، چہروں کے مسخ ہونے، اور آسمانی پتھروں کے برسنے کا، نیز عذاب کی مسلسل نشانیاں ایسی ظاہر ہوں گی جیسے کسی موتی کی لڑی ٹوٹ جائے اور موتی لگاتار گرنے لگیں۔

یہ حدیث ایک واضح تنبیہ ہے کہ جب معاشرے میں اخلاقی، سماجی اور دینی بگاڑ عام ہو جائے اور لوگ اللہ کے احکام کو پسِ پشت ڈال دیں تو ایسی اقوام پر فطری آفات، وبائیں، معاشرتی انحطاط اور الٰہی عذاب نازل ہوتے ہیں۔

دوسرا ارشاد نبوی ہے: عن عبد الله ابن عمر قال: اقبل الينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا معشر المهاجرين خمس اذا ابتليتم بهن، واعوذ بالله ان تدركوهن، لم تظهر الفاحشه في قوم قط،حتى يعلنوا بها، الا

فشافيهم الطاعون،والاوجاع التي لم تكن مضت في اسلافهم الذين مضوا،ولم ينقص المكيال والميزان الا اخذوا بالسنين، وشدة المؤونة،وجوري السلطان عليهم ،ولم يمنعوا زكاة اموالهم، الا منعوا القطر من السماء، ولولا البهائم لم يمطرو،ولم ينقذوا احد الله وعهد رسوله، الا سلط الله عليهم عدوا من غيرهم، فاخذوا بعض ما في ايديهم ،وما لم تحكم ائمتهم بكتاب الله، ويتخيروا بما انزل الله الا جعل الله باسهم بينهم۔[5] **حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت! پانچ (چیزیں) ہیں جن میں جب تم مبتلا ہو جاؤ، تو (سمجھ لو کہ) عذاب قریب ہے، اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان میں مبتلا ہو:**

جب کسی قوم میں بے حیائی علانیہ ہونے لگے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھیں۔

جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو وہ قحط، مہنگائی اور حکمرانوں کے ظلم میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

جب کوئی قوم زکوٰۃ روک لیتی ہے، تو اللہ تعالیٰ بارش روک دیتا ہے، اور اگر چوپائے نہ ہوں تو انہیں کبھی بارش نہ ملے۔

جو قوم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑتی ہے، تو اللہ ان پر دشمنوں کو مسلط کر دیتا ہے، جو ان کے اموال چھین لیتے ہیں۔

جب ان کے حکمران اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے اور من پسند قانون اپناتے ہیں، تو اللہ ان کے باہمی اختلافات اور جنگ مسلط کر دیتا ہے۔

یہ حدیث ایک جامع معاشرتی فریم ورک پیش کرتی ہے جس میں اخلاقی، معاشی، اور قانونی پہلو شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وبائیں اور قدرتی آفات صرف قدرتی عوامل کا نتیجہ نہیں بلکہ سماجی رویوں اور حکومتی نظم و نسق کا بھی آئینہ دار ہیں۔

وبا اور آفات کے اثرات:

وبا اور آفات معیشت، تعلیم، صحت، مذہب اور سماجی زندگی کو شدید متاثر کرتی ہیں۔ کاروباری سرگرمیاں معطل، روزگار کے مواقع کم، مہنگائی اور غربت میں اضافہ ہوتا ہے۔ تعلیمی ادارے بند ہو جاتے ہیں، طلبہ کی تعلیم متاثر ہوتی ہے۔ مساجد اور عبادت گاہیں محدود ہونے سے روحانی خلاء پیدا ہوتا ہے۔ خاندانی و سماجی تعلقات متاثر، تقریبات محدود اور میل جول کم ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں ذہنی دباؤ، خوف اور ڈپریشن بڑھ جاتا ہے، جبکہ صحت کا نظام کمزور پڑ جاتا ہے۔ ان نقصانات سے نکلنے کے لیے ریاستی اقدامات، عوامی تعاون اور دینی و اخلاقی بیداری ضروری ہے۔

قرآن میں کفالت عامہ کا تصور:

اسلام ایک ایسا نظامِ حیات پیش کرتا ہے جو فلاح، باہمی تعاون اور امن و سلامتی پر مبنی معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے۔ ایسا معاشرہ جہاں ہر فرد کی بنیادی ضروریات پوری ہو رہی ہوں، اور کوئی شخص محرومی کا شکار نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے اسلام نے افرادِ معاشرہ کو ایک دوسرے کی ذمہ داری لینے، یعنی کفالت کرنے کا مکلف بنایا ہے، اور ان اعمال پر اجر و ثواب کی خوشخبری سنائی ہے۔۔ اللہ رب العزت قرآن پاک میں فرماتے ہیں: وفي اموالهم حق للسائل والمحروم۔[6] ان کے مال میں سائل اور محتاج اور ضرورت مندوں کا حق مقرر ہے۔ لہذا اہل ثروت کو چاہیے کہ وہ خاص کر مصائب، وبائی امراض کے دوران متاثرین اور غریبوں کا دل کھول کر مدد کریں، اللہ رب العزت دنیا اور آخرت میں کامیابی سے ہم کنار فرمائیں گے۔ دوسری جگہ ارشاد نبوی ہے: اهم يقسمون رحمت ربك،

نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحياة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ بعضهم بعضا سخريا ورحمت ربك خير مما يجمعون۔[7] کیا یہ لوگ تمہارے رب کی رحمت تقسیم کرنے والے ہیں؟ درحقیقت دنیا کی زندگی میں لوگوں کی روزی اور معاش کا نظام ہم نے خود ان کے درمیان بانٹ رکھا ہے، اور ہم نے ہی بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے تاکہ ایک دوسرے سے فائدہ اٹھائیں، یعنی ایک دوسرے کی خدمت کریں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے رب کی رحمت اُن تمام مال و دولت سے کہیں بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔ اس آیت میں خدمت لینے کا مطلب ہے کہ دولت مند افراد اپنے مال و دولت سے ضرورتمندوں کو حصہ دیں تاکہ ہر شخص کی بنیادی ضرورت پوری ہو۔

عہد نبوی میں کفالت عامہ کا تصور و حکمت عملی:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ ﷺ نے اسلامی معاشرے کی بنیاد اخوت، بھائی چارے اور باہمی کفالت پر رکھی۔ آپ ﷺ نے انصار و مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مواخات قائم فرمائی، جس کے ذریعے انصار نے نہ صرف مالی طور پر مہاجرین کی مدد کی بلکہ ان کے رہن سہن، روزگار اور دیگر ضروریات کو بھی پورا کیا۔ یہ عمل دراصل اسلامی ریاست کی اس ذمہ داری کو واضح کرتا ہے کہ وہ معاشرے کے کمزور طبقات کی کفالت کرے اور تمام افراد کو باعزت زندگی گزارنے کا موقع فراہم کرے۔ اس میں معاشرتی ایثار، قربانی اور باہمی تعاون کا عملی درس ہے، جس میں ہر فرد کو دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور آفات و وباؤں میں تو کفالت کی ذمہ داری مزید بڑھتی ہے۔

بیت المال کا نظام:

مدینہ کی اسلامی ریاست میں بیت المال کا نظام ایک منظم اور فعال ادارے کے طور پر قائم کیا گیا، جس کا بنیادی مقصد معاشرتی فلاح و بہبود اور مالی انصاف کو یقینی بنانا تھا۔ اس نظام کے تحت زکوٰۃ، صدقات، عطیات اور دیگر مالی وسائل کو منظم انداز میں جمع کیا جاتا، تاکہ غریبوں، یتیموں، بیواؤں، محتاجوں اور دیگر ضرورت مند افراد کی کفالت کی جاسکے۔ خود نبی کریم ﷺ نہ صرف صدقات و خیرات میں پیش پیش رہتے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی بھرپور ترغیب دیتے اور زخیرہ اندوزی سے سختی سے منع کیا اور کرنے والے کو ملعون قرار دیا ہے ساتھ مال کے قیمتوں میں اضافہ کرنے سے منع فرمایا جو کہ آفات اور وبا میں وعید مزید بڑھ جاتی ہے ۔بیت المال کا یہ نظام اسلامی فلاحی ریاست کا عملی مظہر تھا، جو معاشرتی انصاف، باہمی تعاون اور دولت کی عادلانہ تقسیم کا روشن نمونہ فراہم کرتا ہے۔

ریاست نگہباں:

ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ مصائب، آفات اور وباؤں کے دوران اپنی رعیت کی دیکھ بھال اور نگہبانی کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فالسلطان ولي من لا ولي له۔[8] یعنی حکمران اس شخص کا نگہبان ہوتا ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔

یہ اصول مصائب اور وباؤں کے دوران کافی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ ایسی صورتحال میں جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اور ایسے لوگ جو بے یار و مددگار ہیں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے افراد کی دیکھ بھال کرے اور ان کی ضروریات کو پوری کرے۔ وباء کے دوران بے سہارا افراد، یتیموں، بیواؤں اور معاشرتی طور پر کمزور طبقات کی مدد کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے، ریاست کو

چاہیے کہ وہ ان لوگوں کی حفاظت، علاج معالجہ اور دیگر ضروریات کی فراہمی کو یقینی بنائے ساتھ بے گھر افراد، بے روزگار، غرباء و مساکین کے لیے خصوصی پروگرام اور امدادی پیکجز فراہم کرے تاکہ وہ اس طرح کے مصائب میں اپنی ضروریات کو پوری کر سکیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے:

قال النبي صلى الله عليه وسلم الا كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته فالامام الذي على الناس راع وهو مسؤول عن رعيته والرجل راع على اهل بيته وهو مسؤول عن رعيته والمرأة راعية على اهل بيت زوجها وولده وهي مسؤولة عنهم وعبد الرجل راع على مال سيده وهو مسؤول عنه ألا فكلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته۔[9]

آگاہ رہو آپ میں سے ہر ایک محافظ ہے اور ہر ایک سے رعایہ کے متعلق پوچھا جائے گا، پس امام لوگوں پر نگہبان و محافظ ہیں اور اس سے اس کی رعایہ کے متعلق پوچھا جائے گا، آدمی اپنے گھر والوں کا محافظ ہے اور اس سے اس کی خاندان کے متعلق پوچھا جائے گا اور عورت اپنے خاوند اور اس کی اولاد کی محافظ ہے اور اس سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا اور کسی آدمی کا غلام اپنے مالک کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کے متعلق پوچھ گچھ ہو گی۔ آگاہ رہو آپ میں سے ہر ایک محافظ و نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اس حدیث پاک میں۔فالامام الذي راع على الناس وهو مسؤول عن رعيته۔اس عبارت سے ریاست کے حاکم کی طرف اشارہ ہیں کہ مصائب اور وباؤں کے وقت ان کی اپنی رعایا کی متعلق ذمہ داریاں مزید بڑھ جاتی ہیں۔ وباء اور مصائب کے دوران حکومت کو عوام کی حفاظت کے لیے مناسب اقدامات کرنا، عوام کی بنیادی ضروریات جیسے خوراک، پانی، ادویات اور صحت کے نظام کو بھی محفوظ بنانا ساتھ بے روزگار اور مالی مشکلات کے شکار لوگوں کے لیے معاشی امداد کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔

امداد وانصاف:

آفات، وباء کے دوران حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ غریب اور محتاج افراد کی مدد کرے، زکوۃ، صدقات اور خیرات کی وصولی اور تقسیم کا مؤثر نظام بنائے، بے روزگار افراد کو مالی امداد فراہم کیا جائے، غذائی اشیاء اور بنیادی ضروریات کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔ عہد نبوی میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوت اور بھائی چارگی قائم کرنے کے لیے ہر انصاری صحابی کو ایک مہاجر کے ساتھ بھائی بنادیا۔ مہاجرین صحابہ کرام کو مدینہ میں مالی امداد کرنے کی ذمہ داری انصار صحابہ کرام پر سونپ دی تو انصار صحابہ کرام نے ان کی مالی مدد کی ان کی ضروریات پوری کی اور کاروباری مواقع فراہم کئے۔ انصار صحابہ کرام نے اپنے گھروں اور وسائل کو مہاجرین صحابہ کرام کے ساتھ بانٹنے کا اعلان کیا اور اخوت کا عملی مظاہرہ کیا اور ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا کہ اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے عوام کی بنیادی ضروریات کو پوری کرے اور اس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے: عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طعام الواحد يكفي الاثنين وطعام الاثنين يكفي الاربعه وطعام

الاربعه يكفي الثمانيه۔[10] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک فرد کا کھانا دو کیلئے اور دو افراد کا کھانا چار کے لیے اور چار افراد کا کھانا آٹھ افراد کے لیے کافی ہے۔

اھل ثروت کی ذمہ داری:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے: قال النبي صلى الله عليه وسلم من نفس عن مؤمن كربه من كرب الدنيا نفس الله عنه كربه من كرب الاخره ومن ستر على مسلم ستره الله في الدنيا والاخره والله في عون العبد في عون اخيه۔[11] جس نے کسی مومن کی دنیاوی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کر دے تو اللہ رب تعالی اس کی آخرت کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور فرمادے گا ، جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ رب العزت دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ رب العزت بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں لگا رہتا ہے۔

اللہ رب العزت کے ہاں سب سے پسندیدہ ترین شخص وہ ہے جو لوگوں کے معاشی تکالیف کو دور کریں۔ روایت ہے: عن عبدالله بن عمرقال:جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم وسئل يا رسول الله اى الناس احب الى الله؟و ايالاعمال احب الى الله؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :احب الناس الى الله انفعهم للناس واحب الاعمال الى الله سرور تدخله على مسلم او تكشف عنه انا عبد الله ابني عمر قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم وسال يا رسول الله اي الناس احب الى الله واي كربه او تقضي عنه دينا او تطرد عنه جوعا ولان امشي مع اخ لي في حاجه احب الي من ان اعتكف في هذا المسجد يعني المسجد المدينه۔[12] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے ایک آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سوال کیا اے اللہ کے رسول اللہ رب العزت کے ہاں پسندیدہ شخص کون ہے ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت کے ہاں پسندیدہ شخص وہ ہے جو مخلوق کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔ اللہ تعالی کے نزدیک محبوب عمل کونسا ہے ؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ پسندیدہ عمل یہ ہے کہ آپ کسی مسلمان کو خوش رکھے یا اس سے تکلیف ہٹادے یا اس کا قرض اتار دے یا بھوکا ہے تو اس کو کھانا کھلا دے اور مجھے اپنے بھائی کے ساتھ اس کی حاجت کو پورا کرنے کے لیے چلنا مسجد میں ایک ماہ کے اعتکاف سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ وباؤں، آفات میں مدد اور کھلانا تو مزید اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔

انسداد وبا:

عہدِ نبوی ﷺ میں قدرتی آفات اور مہلک وباؤں جیسے طاعون کا براہِ راست کوئی بڑا واقعہ پیش نہیں آیا، تاہم آپ ﷺ نے ان سے متعلق پیشگی اصولی ہدایات دی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : قال رسول الله ﷺ: إذا كنتم بأرض وقع بها الطاعون، فلا تخرجوا منها، وإذا سمعتم به بأرض فلا تدخلوها۔[13] جب کسی علاقے میں طاعون پھیل جائے تو نہ وہاں داخل ہو جائے اور نہ ہی وہاں سے باہر نکلا جائے۔ یہ ہدایت اس وقت کے لیے ایک حکمت عملی تھی جو آج قرنطینہ جیسے جدید تصورات سے ہم آہنگ نظر آتی ہے۔ ان ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست نے وبا اور آفات سے نمٹنے کے لیے پیشگی تدابیر اور منظم فکری رہنمائی مہیا کی، جس پر عمل کر کے معاشرے کو بڑے نقصان سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

علاج معالجہ کا نظام:

عہد نبوی میں صحت وعلاج کو نمایاں اہمیت حاصل تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف جسمانی بیماریوں کے علاج کی حوصلہ افزائی فرمائی، بلکہ ان کے لیے باقاعدہ عملی اقدامات بھی کیے۔ ایک نمایاں مثال حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا کی ہے، جنہوں نے مسجد نبوی کے قریب ایک خیمہ قائم کیا، جہاں وہ زخمی اور بیمار افراد کا علاج کرتی تھیں۔ یہ خیمہ ایک ابتدائی طبّی امدادی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ روایت حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے، جو کہ طب (طبّی خدمت) انجام دیا کرتی تھیں۔أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ يَحْيَى بْنِ مَنْدَه، وَيُوسُف بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَنْصُورٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَحْمَدَ بْنِ مَنْدَه، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أُصِيبَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فِي الْأَكْحَلِ، فَقَالَ: "اجْعَلُوهُ فِي خَيْمَةِ رُفَيْدَةَ حَتَّى أَعُودَهُ مِنْ قَرِيبٍ۔[14] حضرت ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ خندق کے دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی رگ (اکحل) میں تیر لگا اور وہ زخمی ہو گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں رفیدہ کے خیمے میں رکھو، تاکہ میں قریب ہو کر ان کی عیادت کر سکوں۔

ماحولیاتی وصفائی کا نظام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو نہ صرف ایک منظم اسلامی ریاست کی شکل دی بلکہ اس کے ماحول کو خوشگوار، صاف ستھرا اور قابل رہائش بنانے کے لیے بھی عملی اقدامات فرمائے۔ آپ ﷺ نے درخت لگانے کی ترغیب دی: ما من مسلم يغرس غرسا، إلا كان ما أكل منه له صدقة، وما سرق منه له صدقة، وما أكل السبع منه له صدقة، وما أكلت الطير فهو له صدقة، ولا يرزؤه أحد إلا كان له صدقة۔[15] جو مسلمان کوئی پودا لگاتا ہے، تو اس پودے میں سے جو بھی کھایا جائے وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے، خواہ کوئی چوری کرے، درندہ کھا جائے، پرندہ کھا لے، یا کوئی اور لے جائے، ہر صورت میں وہ اس کے لیے صدقہ شمار ہوتا ہے۔ اور ماحول دوست طرزِ زندگی کو فروغ دیا۔ درختوں کی افزائش کو نہ صرف فطرت کی خوبصورتی کا ذریعہ قرار دیا بلکہ اسے صدقہ جاریہ سے بھی تعبیر فرمایا۔ اسی طرح صفائی کو ایمان کا حصہ قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ نے ذاتی، گھریلو، برتن کی صفائی وحفاظت جیسے روایت ہے: غَطُّوا الإِنَاءَ وَأَوْكُوا السِّقَاءَ؛ فَإِنَّ فِي السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيهَا وَبَاءٌ، لَا يَمُرُّ بِإِنَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ غِطَاءٌ، أَوْ سِقَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ وِكَاءٌ إِلَّا نَزَلَ فِيهِ مِنْ ذَلِكَ الْوَبَاءِ [16] برتن کو ڈھانپ دیا کرو اور پانی کے مشکیزے کا منہ بند کر دیا کرو، کیونکہ سال میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وبا اترتی ہے، اور وہ کسی کھلے برتن یا بغیر بندکیے ہوئے مشکیزے کے پاس سے گزرتی ہے تو اس میں وبا ضرور داخل ہو جاتی ہے اور اجتماعی صفائی پر زور دیا۔ آپ ﷺ نے راستوں کو گندگی، رکاوٹ اور اذیت رسانی سے پاک رکھنے کی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے۔ مختلف احادیث کے ذریعے آپ ﷺ نے ماحولیات اور صفائی کے حوالے سے ایسی بنیاد فراہم کی، جو آج کے ماحولیاتی چیلنجز کا مؤثر حل پیش کرتی ہے۔

امن وامان کا نظام:

آپؐ نے میثاقِ مدینہ کے ذریعے مختلف قبائل، مذاہب اور گروہوں کے درمیان ایک جامع معاہدہ کر کے مدینہ میں ریاستی سطح پر امن کی بنیاد رکھی۔ یہ معاہدہ ہر فرد کے جان، مال، مذہب اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دیتا تھا۔

آفات اور مصائب کے دوران یہ نظامِ امن وامان مزید نمایاں ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ ایسے مواقع پر معاشرے میں بدامنی، لوٹ مار، افواہیں، چوری، اور خوف وہراس پھیلنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ قال النبي صلى الله عليه وسلم كل مسلم على المسلمين حرام دمه وماله وعرضه۔[17] ہر مسلمان کا خون، مال عزت دوسرے پر حرام ہے۔ اسی طرح آپؐ نے چوروں اور فسادیوں کے لیے سخت سزائیں مقرر کر کے معاشرتی جرائم کی روک تھام کی۔ قال النبي صلى الله عليه وسلم اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات يوم القيامة۔[18] ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ہے۔ مسلمانوں کو تلقین کی گئی کہ وہ آزمائش کے وقت صبر کریں، دوسروں کی مدد کریں، اور امن قائم رکھنے میں حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ آپؐ کی تعلیمات نے ہر فرد کو یہ شعور دیا کہ امن صرف حکومت کی نہیں، بلکہ ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

عہدِ نبوی ﷺ کا امن وامان کا نظام ایک مکمل ماڈل تھا جو نہ صرف معمول کے حالات میں بلکہ آفات، جنگوں، قحط اور وباؤں جیسے مشکل اوقات میں بھی مثالی کارکردگی کا مظہر تھا۔

روحانی رہنمائی:

قدرتی آفات، جیسے زلزلے، قحط، طوفان یا وبائیں، انسانی تاریخ کا حصہ رہی ہیں۔ جب یہ آفات نازل ہوتیں، تو رسول اللہ ﷺ صرف ظاہری اور مادی تدابیر اختیار کرنے کی تعلیم نہیں دیتے تھے، بلکہ روحانی اور باطنی اصلاح کی طرف بھی خصوصی توجہ دلاتے تھے۔ آپ کی رہنمائی کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ ہر مشکل گھڑی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تنبیہ، آزمائش یا اصلاح کا موقع ہے، اور اس کے مقابلے میں محض مادی تیاری کافی نہیں، بلکہ انسان کو اللہ کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے مواقع پر امت کو روحانی طور پر بیدار کرنے کی کوشش کی۔ آپ لوگوں کے دلوں میں احساسِ جواب دہی پیدا کرتے، انہیں انفرادی اور اجتماعی گناہوں پر غور وفکر کی دعوت دیتے، اور یہ احساس دلاتے کہ ہر آفت دراصل انسان کے اعمال کا آئینہ ہو سکتی ہے۔ آپ نے معاشرے کو توبہ، استغفار اور دعا: الدعاء مخ العبادة۔[19] دعا عبادت کا مغز ہے، عاجزی، اجتماعی نیکی، خیرات، صدقہ جیسے حدیث نبوی ہے: عن ابي هريره رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله انفق يا ابن ادم انفق عليك۔[20] حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: اے بنی ادم! تو مخلوق پر خرچ کر میں تم پر خرچ کروں گا۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انفقي ولا تحصي فيحصي الله عليك ولا توعي فيوعى الله عليك۔[21] رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کرو لیکن گن کر مت کرو و گرنہ اللہ تعالیٰ بھی گن کر عطا کرے گا اور ہاتھ نہ روکو و گرنہ اللہ رب العزت بھی تم سے اپنا ہاتھ روک لے گا۔ اور باہمی ہمدردی کے اصولوں پر استوار کرنے کی تعلیم دی تاکہ آزمائش کے وقت افراد نہ صرف صبر کا مظاہرہ کریں بلکہ اللہ کی مدد ونصرت کے مستحق بھی بنیں۔ قدرتی آفات، وباؤں کے موقع پر آپ نے خوف اور مایوسی کی بجائے حوصلے، نظم وضبط، اور اللہ کی رضا پر راضی رہنے کی روحانی تربیت دی۔ یہ رہنمائی صرف وقتی نہیں تھی، بلکہ ایک ایسا لائحہ عمل تھا جو ہر زمانے کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آج بھی جب دنیا ماحولیاتی

تبدیلیوں، وباؤں یا دیگر بحرانوں کا سامنا کر رہی ہے، تو رسول اللہ ﷺ کی یہی تعلیمات ہمیں باطنی قوت فراہم کر سکتی ہیں کہ ہم ان آزمائشوں کو صبر، حکمت اور روحانی بصیرت کے ساتھ عبور کریں۔

احتیاطی اور عملی تدابیر کا نظام:

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اس بات کی تعلیم دی کہ قدرتی آفات، وباؤں کے وقت صرف دعاؤں پر انحصار نہ کیا جائے بلکہ عقلی اور عملی تدابیر بھی اختیار کی جائیں۔ وباؤں یا بیماریوں کے پھیلاؤ کے دوران آپ نے عوامی حفاظت کے اصول وضع کیے جیسے صفائی، پرہیز، قال النبي صلى الله عليه وسلم: «لا يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ على مُصِحٍّ ۔[22] رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بیمار (جانور والا) اپنے جانور کو صحت مند (جانوروں والے) کے پاس نہ لے جائے۔ اور متاثرہ علاقوں سے دور رہنا۔ اسی طرح خوراک، پانی اور لباس کے مناسب انتظام کی ہدایت دی تاکہ لوگ بحران کے دوران کم سے کم نقصان اٹھائیں۔

صبر، شکر اور امید کی تربیت:

نبی ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو یہ شعور دیا کہ مشکلات ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتیں۔ انسان کو چاہیے کہ تکلیف کے وقت صبر کرے اور خوشحالی میں شکر ادا کرے۔ یہ طرزِ فکر انسانی نفسیات کو مضبوط بناتا ہے اور زندگی کے نشیب و فراز میں توازن پیدا کرتا ہے۔ آفات کے دوران یہ تعلیم لوگوں کو مایوسی سے بچاتی اور ان میں مثبت سوچ پیدا کرتی۔ اسی وجہ سے عہدِ نبوی کا معاشرہ آزمائشوں کے باوجود پُرامن، مضبوط اور متحد رہا۔

عہدِ فاروقیؓ میں کفالت عامہ کا نظام و حکمت عملی:

عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ کا وہ سنہری دور ہے جو رہتی دنیا تک نظامِ حکومت، عدل و انصاف، اور فلاحِ عامہ کا روشن نمونہ اور عملی مثال بنا رہے گا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وہ پہلی شخصیت تھے جنہوں نے خلافتِ اسلامیہ کو باقاعدہ منظم اور مربوط ریاستی ڈھانچہ عطا کیا۔ آپ نے انتظامی، عدالتی، عسکری اور مالی شعبہ جات کو اس انداز سے مرتب کیا کہ ریاست ایک منظم اور فعال ادارہ بن گئی۔

اسلامی تاریخ میں خلافتِ راشدہ کا زمانہ عدل و انصاف، مساوات، فلاح و بہبود، اور رعایا کی خدمت کے لحاظ سے سنہری دور مانا جاتا ہے۔ ان میں خصوصاً خلافتِ فاروقی، یعنی سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا عہد، ایک مثالی ریاستی نظام کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکمرانی کو ذاتی اقتدار کے بجائے امانت اور ذمہ داری سمجھا، اور ریاستِ مدینہ کو فلاحی ریاست کی صورت میں منظم کیا۔ اسلامی اصطلاح میں فلاحِ عامہ سے مراد عوام الناس کی جسمانی، معاشی، تعلیمی اور اخلاقی بہتری کے لیے ریاستی سطح پر کیے جانے والے اقدامات ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نظریہ حکومت دراصل قرآن و سنت سے ماخوذ تھا، جس کی بنیاد عدل، مساوات، مشاورت، اور خدمتِ خلق پر رکھی گئی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلاحی ریاست کے لیے مالیاتی بنیادیں مضبوط کیں۔ بیت المال کو باقاعدہ ادارہ بنایا، اور مالِ غنیمت، زکوٰۃ، خراج، عشور، جزیہ اور رفے کے نظام کو منظم کیا۔ ہر شہری، خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، کے حقوق کا تحفظ کیا گیا۔ بیت المال

سے ضرورت مندوں، یتیموں، بیواؤں، اور معذوروں کی کفالت کی جاتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں کوئی بھوکا نہیں سوتا تھا۔ ہر بچے کو پیدا ہوتے ہی وظیفہ مقرر کیا جاتا تھا، بیواؤں اور ضعیفوں کو باقاعدہ ماہانہ مدد دی جاتی تھی، اور غیر مسلم رعایا کے محتاج افراد کو بھی بیت المال سے مدد دی جاتی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں نہ صرف امن وامان قائم ہوا بلکہ شہریوں کی فلاح و بہبود اور بنیادی ضروریات کی کفالت کے لیے بھی بے مثال اقدامات کیے گئے۔ آپ نے روزگار کے مواقع پیدا کیے، بیت المال کو فعال کیا، اور ضرورت مندوں، یتیموں، بیواؤں اور معذور افراد کے لیے مستقل کفالت کا نظام متعارف کروایا۔ خواہ عام حالات ہوں یا غیر معمولی حالات جیسے کہ وبائی امراض، زلزلے، سیلاب یا جنگ، ہر موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عوامی فلاح کو مقدم جانا اور فوری و مؤثر اقدامات کے ذریعے ہمدرد معاشرہ بنایا۔ آپ کا یہ طرزِ حکمرانی آج کے دور کے حکمرانوں کے لیے ایک مثالی ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسی طرح اٹھارویں ہجری میں جب عہد عمر رضی اللہ تعالی عنہ میں طاعون عمواس کے ساتھ خشک سالی اور قحط نے پورے جزیرہ عرب کو لپیٹ میں لیا تھا تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس آنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے بیت المال میں جو کچھ تھا وہ سب لوگوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ لہذا وباء کے دوران بیت المال کا دروازہ حکومت کو عوام کے لیے کھول دینا انتہائی ضروری ہے تاکہ وہ معاشی مشکلات سے بچ سکیں۔ اس مشکل وقت میں لوگوں کی مدد کرنے سے حکومت عوام کے درمیان اعتماد اور تعاون بڑھا سکتی ہے۔ بیت المال کا مقصد لوگوں کی ضروریات پوری کرنا اور ان کی مشکلات کا ازالہ کرنا ہے۔ آفات اور وباء کی صورتحال میں بے روزگاری اور مالی بحران پیدا ہو سکتے ہیں، جس سے غریب طبقہ شدید متاثر ہو سکتا ہے۔ حکومت کو فوری طور پر فنڈز فراہم کرنے کے لیے بیت المال کا استعمال کرنا چاہیے تاکہ ہر فرد کو صحت، خوراک اور دیگر بنیادی ضروریات فراہم کی جا سکیں۔ اس اقدام سے غریب اور متوسط طبقے کو فوری ریلیف ملے گا اور وہ مصائب اور وباء کے اثرات سے بہتر طور پر نمٹ سکیں گے۔ اس کے علاوہ، یہ بھی ضروری ہے کہ بیت المال کا امدادی کام شفافیت اور انصاف کے ساتھ ہو تاکہ ہر مستحق فرد تک اس کا حق پہنچ سکے۔

قومی خزانہ خلق خدا کے لئے:

البدایہ والنہایہ میں ہے: وقد اجذب الناس في هذه السنه بارض الحجاز وجفلت الاحياء الى المدينه ولم يبقى عند احدهم زاد فلجئوا الى امير المؤمنين فانفق فيهم من حواصل بيت المال مما فيه من الاطعمة والاموال حتى انفده۔[23] اس سال حجاز کے علاقے میں قحط پڑ گیا، اور مدینہ تک انسانوں کا آنا جانا کم ہو گیا، لوگوں کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں رہی۔ تو وہ سب امیر المؤمنین کے پاس گئے اور انہوں نے بیت المال میں موجود کھانے پینے کی اشیاء اور پیسوں میں سے ان پر خرچ کیا، یہاں تک کہ وہ سب ختم ہو گئے۔

وكتب عمر بن الخطاب الى ابي موسى اشعري اجعل يوما في السنه لا يبقى فيه في بيت المال درهم واحد حتى يكتسح اكتساحا ليعلم الله ان قد اديت الى كل ذي حق حقه۔[24] عمر بن خطاب نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا: "ایک دن سال میں ایسا رکھو کہ بیت المال میں ایک بھی درہم نہ رہے، بلکہ وہ مکمل طور پر خرچ ہو جائے، تاکہ اللہ جان لے کہ میں نے ہر حق دار کو اس کا حق ادا کر دیا ہے۔

لنگر خانہ و دستر خوان کا انتظام:

وباء کے دوران حکومت کو لنگر خانوں کا انتظام کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ عوام کی غذائی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔ جب لوگ روزگار سے محروم ہو جاتے ہیں اور بازاروں میں اشیائے خورد و نوش کی کمی ہو جاتی ہے، تو لنگر خانہ ایک اہم پناہ گاہ بن جاتا ہے۔ ایسے مواقع پر، لنگر خانوں کا انتظام کرنے سے حکومت عوامی بحران میں لوگوں کی مدد کر سکتی ہے۔ لنگر خانوں میں صاف ستھری اور صحت بخش خوراک فراہم کی جانی چاہیے تاکہ بیماریوں کے پھیلاؤ کا خطرہ کم ہو سکے۔ ان لنگر خانوں کے ذریعے نہ صرف بھوک مٹائی جاسکتی ہے، بلکہ غربت کے شکار افراد کو احساس دلایا جاسکتا ہے کہ وہ اکیلے نہیں ہیں، حکومت ان کے ساتھ ہے۔ وكانت قدور عمر يقوم اليها العمال في السحر، يعملون الكركور حتى يصبحوا، ثم يطعمون المرضى منهم ويعملون القصائد، وكان عمر يامر بالزيت فيفار في القدور الكبار على النار حتى يذهب حمته وحره ،وحره ثم يثرد الخبز ثم يؤدم بذلك الزيت۔[25]

عمر کے یہاں کام کرنے والے مزدور صبح سویرے اٹھ کر بڑی بڑی دیگوں میں کھانا تیار کرتے تھے، اور کھانا پکانے کے دوران کَر کور (کھانے کی چمچ سے ہلانے کی آواز) بناتے تھے۔ پھر وہ مریضوں کو کھانا دیتے اور دوسرے کام بھی کرتے۔ عمر نے حکم دیا تھا کہ بڑے برتنوں میں تیل ڈال کر انہیں آگ پر گرم کیا جائے تاکہ اس کا جو تیز گرم اثر ہوتا ہے وہ ختم ہو جائے، پھر اس تیل میں روٹی ڈال کر کھانا تیار کیا جاتا۔

وكان عمر يصنع الطعام وينادي مناديه، من احب ان يحضر طعاما فياكل فليفعل ومن احب ان ياخذ ما يكفيه واهله فليات فلياخذه۔[26] عمر خود کھانا تیار کرتے تھے اور اپنے منادی کو حکم دیتے کہ لوگوں کو آواز دے کر بتائیں: 'جو شخص کھانا کھانے کے لیے آنا چاہے وہ آکر کھالے، اور جو اپنے اور اپنے اہلِ خانہ کے لیے کھانا لے جانا چاہے وہ آکر لے جائے۔

اخبرنا محمد بن عمر قال: حدثني يزيد بن فراس الديلي عن ابيه قال كان عمرنا الخطاب ينحر كل يوم على مائدته عشرين جذورا من جزر بعث بها عمرو بن العاص من مصر۔[27] محمد بن عمر نے کہا: مجھے یزید بن فراس الدیلی نے اپنے والد سے روایت کی کہ عمر بن خطاب ہر دن اپنی دستر خوان پر بیس اونٹ ذبح کرتے تھے، یہ اونٹ عمرو بن العاص نے مصر سے بھیجے تھے۔

غذائی امداد کی فراہمی:

یہ اقدامات سماجی یکجہتی اور ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں، ان اقدامات سے عوام میں حکومتی اقدامات کے بارے میں مثبت رویے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ یہ نہ صرف وبائی حالات میں غذائی امداد فراہم کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے، بلکہ ایک مضبوط سماجی نیٹ ورک کی تشکیل میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے حکومت عوام کو یہ پیغام دیتی ہے کہ بحران کے وقت وہ ان کی فلاح و بہبود کے لیے کام کر رہی ہے۔

آفات، اور وباء کے دوران حکومت کا کردار انتہائی اہم ہوتا ہے، خاص طور پر عوام کو بنیادی ضروریات فراہم کرنے میں۔ جب حالات سخت ہوں اور لوگ اپنے روزمرہ کے کاموں کے لئے باہر نہ جاسکیں، تو راشن کی تقسیم ضروری ہے۔ حکومت کو یہ ذمہ داری اٹھانی چاہئے کہ وہ عوام تک خوراک اور دیگر ضروری سامان پہنچائے تاکہ کسی کو بھوک یا پریشانی کا سامنا نہ ہو۔ راشن کی تقسیم سے نہ صرف لوگوں کی بنیادی ضروریات پوری ہوں گی بلکہ اس سے معاشرتی یکجہتی بھی فروغ پائے گی۔ اس وقت، غریب اور متوسط طبقے کے افراد کو سب سے زیادہ مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ حکومت کو ہر ممکن وسائل فراہم کرنے اور لوگوں کی تکالیف کم

کرنے کے لئے فوری اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ راشن کی منصفانہ اور شفاف تقسیم سے لوگوں کا اعتماد حکومت پر بڑھے گا۔ اس کے علاوہ، مقامی سطح پر انتظامیہ کو بھی اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ راشن درست افراد تک پہنچے اور اس میں کسی قسم کا فرق نہ آئے۔ آفات اور وباء کی اس مشکل گھڑی میں حکومت کی مدد بہت اہمیت رکھتی ہے تاکہ ہر شہری کی زندگی کی ضروریات پوری ہو سکیں۔

عن مالك بن اوس بن الحدثان من بني نضر قال: لما كان عام الرمادة قدم على عمر قومي مأ ئة بيت فنزلوا بالجبانة، فكان عمر يطعم الناس من جاءه ومن لم ياتي ارسل اليه بالدقيق والتمر والادم الى منزله، فكان يرسل الى قومي بما يصلحهم شهرا بشهر۔[28] مالک بن اوس بن الحدثان نے کہا: "جب سالِ قحط (عام الرمادۃ) تھا، تو میرے قبیلے کے سو خاندان عمر کے پاس آئے اور جبانہ کے قریب بس گئے۔ عمر لوگوں کو کھانا دیتے تھے جو ان کے پاس آتے، اور جو نہیں آتے تھے، ان کے گھروں تک آٹا، کھجور اور دیگر ضروری اشیاء بھیج دیتے تھے۔ وہ میرے قبیلے کو ہر ماہ اتنی چیزیں بھیجتے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہوتیں۔

وظائف کی فراہمی:

حکومت کو وباء کے دوران عوام کی مدد کے لئے فوری اور مؤثر اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔ وبائی صورتحال میں بے روزگاری اور معاشی مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے، جس کے لئے حکومت کو فوری طور پر وظائف جاری کرنے چاہئیں۔ ان وظائف کا مقصد ضرورت مند خاندانوں کو مالی امداد فراہم کرنا ہے تاکہ وہ اپنی روزمرہ ضروریات پوری کر سکیں۔ خاص طور پر غریب اور نادار طبقے کو ہنگامی بنیادوں پر مالی امداد دی جائے۔ اس کے علاوہ، حکومت کو معذور افراد اور بزرگ شہریوں کے لئے خصوصی وظائف کا انتظام بھی کرنا چاہئے۔ اس تمام عمل کے دوران شفافیت اور احتساب کو یقینی بنایا جانا چاہیے تاکہ عوام کا اعتماد بحال رہے۔وكان لا يفرض لمولود شيئا حتى يفطم، الى ان سمع امراة ذات ليلة وهي تكره ولدها على الفطام ،هو يبكي، فسالها عنه؟ فقالت: ان عمر لا يفرض للمولود حتى يفطم ،فانا اكره على الفطام حتى يفرض له ،فقال: يا ويل عمر كم احتقب من وزر وهو لا يعلم، امر عمر مناديه فنادى: الا تعجلوا اولادكم بالفطام ،فانا نفرض لكل مولود في الاسلام۔[29] اور وہ کسی مولود پر کچھ نہیں عائد کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ فطام کر لے، جب تک کہ ایک رات ایک عورت کو نہیں سنا، جو اپنے بچے کو فطام پر مجبور کر رہی تھی، وہ روتا تھا، تو حضرت عمر نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا؟ اس نے کہا: عمر کسی مولود پر اس وقت تک کچھ عائد نہیں کرتے جب تک وہ فطام نہ کر لے، اور میں اس پر مجبور ہوں کہ اس کو فطام کر دوں، تاکہ اس کے لئے کچھ مقرر ہو۔ پھر حضرت عمر نے کہا: افسوس عمر پر، وہ کتنی بڑی گناہ کا بوجھ اٹھا رہا ہے اور اسے علم نہیں۔ حضرت عمر نے اپنے منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ اپنے بچوں کو فطام کرنے میں جلدی نہ کرو، ہم ہر مسلمان مولود کے لئے کچھ مقرر کریں گے۔

مالداروں کو کفالت سونپنا:

آفات اور وبائی امراض کے دوران معاشرتی اور اقتصادی حالات غریب طبقات کے لیے شدید مشکلات پیدا کرتی ہیں۔ اس وقت حکومت کو مالدار افراد اور بڑے کاروباری اداروں پر اضافی ذمہ داری ڈالنی چاہیے تاکہ وہ معاشرتی فلاح میں حصہ لیں اور غریبوں کی مدد کریں۔ مالدار افراد اپنے اضافی وسائل سے غریب خاندانوں کے لیے خوراک، صحت کی سہولتیں، اور مالی امداد فراہم کر سکتے ہیں۔ یہ اقدام معاشرتی انصاف کو تقویت دے گا کیونکہ یہ امیر اور غریب کے درمیان فرق کو کم کرنے میں مدد کرے گا۔ اگر

مالدار افراد اپنی دولت کا کچھ حصہ غریبوں کی مدد میں لگائیں تو اس سے نہ صرف بحران کی شدت کم ہو گی بلکہ لوگوں میں تعاون کا جذبہ بھی بیدار ہو گا۔اس کے علاوہ، حکومت کو یہ بھی یقینی بنانا چاہیے کہ مالدار افراد کی مدد کو موثر اور شفاف طریقے سے تقسیم کیا جائے تاکہ ان کا تعاون صحیح افراد تک پہنچ سکے۔اس طرح نہ صرف معاشی بحالی میں مدد ملے گی بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور یکجہتی کے جذبے کو فروغ ملے گا، جو کہ ایک مضبوط اور محفوظ معاشرتی ڈھانچہ بنانے میں مددگار ثابت ہو گا۔عن عبد الله بن عمر ان عمر بن خطاب رضي الله عنه قال عام الرماد ،وكانت سنه شديدة ملمة بعد ما اجتهد عمر في امداد الاعراب والابل والقمح والزيت من الارياف كلها ،حتى بلحت الارياف كلها، مما جهدها ذلك فقال عمر يدعو ،فقال اللهم اجعل رزقهم على رؤوس الجبال فاستجاب الله له وللمسلمين فقال حين نزل به الغيث الحمد لله فوالله لو ان الله لم يفرجها ما تركت باهل بيت من المسلمين لهم سعه الا ادخلت معهم اعدادهم من الفقراء فلم يكن اثنان يهلكان من الطعام على ما يقيم واحدا۔[30] **حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ** سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سالِ رماد کے بارے میں کہا، جو ایک سخت سال تھا۔اس سال کے دوران، عمر رضی اللہ عنہ نے عربوں، اونٹوں، گندم اور تیل کی امداد کے لیے بے حد کوشش کی، یہاں تک کہ تمام دیہات میں کمی واقع ہو گئی۔اس مشکل حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا: "اللہ تعالیٰ ان کا رزق پہاڑوں کی چوٹیوں پر دے دے۔" اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور مسلمانوں کے لیے بارش نازل کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب بارش آئی، "الحمد للہ، اور قسم ہے اللہ کی، اگر اللہ تعالیٰ نے اس مشکل کو دور نہ کیا ہوتا تو میں کسی بھی مسلمان کے گھر میں جو گنجائش رکھتا، وہاں ان کے ساتھ اتنے غرباء بھی شامل کرتا کہ دو لوگ بھی کھانے کے بغیر نہ رہتے، اس طرح ایک فرد کے لیے کھانے کا انتظام ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں نہ صرف امن و امان قائم ہوا بلکہ شہریوں کی فلاح و بہبود اور بنیادی ضروریات کی کفالت کے لیے بھی بے مثال اقدامات کیے گئے۔ آپ نے روزگار کے مواقع پیدا کیے، بیت المال کو فعال کیا، اور ضرورت مندوں، یتیموں، بیواؤں اور معذور افراد کے لیے مستقل کفالت کا نظام متعارف کروایا۔ خواہ عام حالات ہوں یا غیر معمولی حالات جیسے کہ وبائی امراض، زلزلے، سیلاب یا جنگ، ہر موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عوامی فلاح کو مقدم جانا اور فوری و مؤثر اقدامات کے ذریعے ریاست کو فلاحی اور ہمدرد معاشرہ بنایا۔ آپ کا یہ طرزِ حکمرانی آج کے دور کے حکمرانوں کے لیے ایک مثالی ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔

مریض کو قرنطینہ میں رکھنا :

اسلامی تعلیمات کے مطابق، جس شخص میں متعدی وبا کی علامات ظاہر ہوں، اسے صحت مند افراد سے علیحدہ رکھا جائے۔ یہ قرنطینہ کا تصور ہے جس پر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے رہنمائی ملتی ہے۔ خاص طور پر حضرت عمرو بن عاصؓ نے طاعون عمواس کے موقع پر اہل شہر کو پہاڑوں کی طرف نکل جانے کی تلقین کی تاکہ اجتماع کی جگہ سے ہٹ کر وبا کا پھیلاؤ روکا جا سکے۔

عہد نبوی ﷺ اور عہد فاروقیؓ کی حکمت عملی کی عصری افادیت، وباؤں اور آفات کے تناظر میں:

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلافتِ فاروقی رضی اللہ عنہ کے ادوار میں ریاست نے قدرتی آفات، وباؤں اور معاشرتی بحرانوں سے نمٹنے کے لیے جو جامع حکمت عملیاں اختیار کیں، وہ آج کے دور کے لیے رہنما اصول فراہم کرتی ہیں۔ ان حکمت عملیوں کو عصری تناظر میں دیکھا جائے تو درج ذیل اہم افادیت سامنے آتی ہے۔

بیت المال اور ریاستی کفالت کا ماڈل: عہد نبوی اور عہد فاروقی میں بیت المال صرف دولت جمع کرنے کا ادارہ نہیں تھا، بلکہ معاشرتی کفالت، بیماروں، یتیموں متاثرین اور محتاجوں کی ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ تھا۔

آج کے فلاحی ریاستی نظام میں سوشل ویلفیئر، زکوۃ فنڈ، بیت المال، عالمی رفاہی ادارے اس ماڈل سے براہ راست رہنمائی لے سکتے ہیں۔

آفات و وباؤں میں فوری اور اجتماعی ردعمل: طاعون عمواس کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شام کی طرف پیش قدمی روک دینا اور بستیوں کو قرنطینہ میں ڈال دینا، وبائی امراض میں لاک ڈاؤن کی ابتدائی اسلامی مثال ہے۔

آج وباؤں میں ایس او پیز ، قرنطینہ، اسمارٹ لاک ڈاؤن، ویکسی نیشن، اور میڈیکل ایمرجنسی جیسے اقدامات انہی اصولوں کی جدید اشکال ہیں۔

علاج و معالجہ اور صفائی کا جامع نظام: حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا کا میدانی اسپتال، عہد نبوی میں طب، صفائی، اور زخمیوں کے لیے باقاعدہ خیمے قائم کرنا، آج کے ہسپتال، فیلڈ اسپتال، اور میڈیکل کیمپس کے اصولوں کی بنیاد ہے۔ عصری دور میں صفائی ستھرائی، ہسپتالوں کی بہتری، اور وبائی امراض کے خلاف اقدامات میں یہ ماڈل قابل تقلید ہے۔

روحانی و اخلاقی تربیت: رجوع الی اللہ، استغفار، انفاق، دُعائیں، اور اجتماعی توبہ کو عہد نبوی میں وباؤں سے نجات کے روحانی اسباب کے طور پر اختیار کیا گیا۔ آج کے نفسیاتی دباؤ، خوف، بے یقینی میں روحانیت، عبادات، اور دینی تربیت کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے۔

معاشی انتظامات اور غذائی امداد: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قحط کے دوران قومی خزانہ کھول دیا، سرکاری لنگر خانے قائم کیے، وظائف مقرر کیے اور امیروں کو غریبوں کی کفالت پر مامور کیا۔ آج کے دور میں معاشی بحالی پیکجز، راشن اسکیمز، احساس پروگرامز، اور مخیر حضرات کی شمولیت انہی اصولوں پر عمل ہے۔

عہد فاروقی میں علماء، اطباء اور سوسائٹی کے دیگر طبقات نے متحرک کردار ادا کیا۔

عصرِ حاضر میں میڈیا آگاہی مہم، علماء روحانی اصلاح، ڈاکٹرز میڈیکل رہنمائی، اور انتظامیہ ایس او پیز پر عمل درآمد میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت: رسول اکرم ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کو سختی سے منع فرمایا اور عہدِ فاروقی میں بھی اشیاء کی مصنوعی قلت پر فوراً کارروائی کی جاتی تھی۔ آج کے صارفین، تاجروں، اور حکومتوں کے لیے یہ رہنمائی ہے کہ وباؤں اور آفات میں احتکار اور مہنگائی سے بچا جائے۔

عہد نبوی ﷺ و عہد فاروقیؓ کے اقدامات کسی مخصوص وقت یا قوم کے لیے نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے رہنمائی ہیں۔ آج جب دنیا عالمی سطح پر وباؤں، قدرتی آفات، معاشی بحران اور اخلاقی زوال کا شکار ہے، تو ان دونوں مقدس ادوار کے فلاحی، طبّی، روحانی اور انتظامی اصول اپنا کر ہم ایک باوقار، مستحکم، اور فلاحی معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔ یہی علمی و قومی ذمہ داری ہے کہ ہم ان روشن مثالوں کو جدید ریاستی نظام سے ہم آہنگ کر کے انسانیت کی خدمت کریں۔

نتائج تحقیق:

اسلام کا فلاحی تصور نہایت جامع و فعال ہے : عہد نبوی ﷺ اور عہد فاروقیؓ میں کفالت عامہ کو صرف صدقات یا خیرات تک محدود نہیں رکھا گیا، بلکہ اسے ریاست کی مرکزی ذمہ داری سمجھا گیا، جو عوام کی معاشی، جسمانی و روحانی ضروریات کا احاطہ کرتا تھا۔

آفات و وباؤں کے دوران ریاستی کردار انتہائی مؤثر رہا : چاہے وہ طاعون عمواس ہو یا قحط، اسلامی ریاست نے فوری، منظم اور شفاف حکمت عملی اپنائی، جس میں بیت المال، لنگر، وظائف، اور امیروں کی شمولیت جیسے عملی اقدامات شامل تھے۔

کفالت عامہ میں روحانیت اور مادی امداد کا امتزاج ملتا ہے: احتیاطی تدابیر کے ساتھ ساتھ رجوع الی اللہ، استغفار، صبر و شکر، اور اخوت جیسی اقدار کو بھی اہمیت دی گئی، جو معاشرتی توازن قائم کرتی ہیں۔

عصر حاضر کے لیے ان ماڈلز کی افادیت برقرار ہے : موجودہ عالمی وباؤں، معاشی بحران اور آفات کے تناظر میں اگر اسلامی حکمت عملیوں کو اپنایا جائے تو ایک متوازن اور انسان دوست نظام قائم ہو سکتا ہے۔

ریاست، اہلِ ثروت اور سماجی اداروں کا ربط ضروری ہے : نبی کریم ﷺ اور حضرت عمرؓ کے ادوار سے یہ نتیجہ بھی سامنے آتا ہے کہ بحرانوں سے نمٹنے کے لیے اجتماعی نظم، ریاستی سرپرستی اور انفرادی و سماجی تعاون ناگزیر ہے۔

مربوط نظام کی تشکیل: عہد نبوی و فاروقی کی پالیسیوں کو آج کے رفاہی ادارے، ریاستی نظام، اور طبّی ماہرین اپنی منصوبہ بندی میں شامل کر کے ایک متوازن، مربوط اور مؤثر بحران مینجمنٹ ماڈل تشکیل دے سکتے ہیں۔

سفارشات:

1 . مستقبل میں آفات، مصائب اور وباؤں سے بچاؤ کے لیے دنیا کو ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری کے بجائے ماحولیاتی تحفظ اور فطری توازن کی بحالی کو ترجیح دینی چاہیے۔

2 . درختوں کی شجر کاری، سبز زمینوں کا فروغ اور آلودگی میں کمی جیسے اقدامات کو بھرپور انداز میں اپنانا چاہیے تاکہ قدرتی ماحول محفوظ رہے۔

3 . بائیولوجیکل ریسرچ کے میدان میں بین الاقوامی سطح پر حدود و قیود متعین کی جانی چاہییں تاکہ کوئی ملک یا ادارہ مصنوعی وائرس بنا کر انسانیت کو خطرے میں نہ ڈال سکے۔

4 . حلال وطیب غذا کی افادیت کو عالمی سطح پر اجاگر کیا جانا چاہیے کیونکہ بہت سے مہلک وائرس حرام جانوروں کے استعمال سے منتقل ہوتے ہیں۔

5. صفائی و طہارت کے نظام کو انفرادی، اجتماعی اور ادارہ جاتی سطح پر بہتر سے بہتر بنایا جائے تاکہ معاشرہ صحت مند اور مہلک امراض سے محفوظ رہ سکے۔

References

[1] لسان العرب، ابن منظور، محمد بن مکرم (دار صادر، ١٤١٤ھ)، ج: ٩، ص: ١٤

[2] معجم اللغة العربية المعاصرة، احمد مختار، (عالم الكتب، ١٤٢٩ھ)، ج: ٣، ص: ٢٣٩٢

[3] القرآن، الشوری: ٣٠

[4] سنن الترمذی، الترمذی، محمد بن عیسیٰ (مکتبۃ شرکۃ، ١٣٩٥ھ)، ج: ٤، ص: ٤٩٥، رقم: ٢٢١١

[5] سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید (دار الکتب العلمیہ، س-ن)، ج: ٢، ص: ١٣٣٢، رقم، ٤٠١٩.

[6] القرآن، الذاریات: ٥١

[7] القرآن، الزخرف: ٣٢

[8] سنن الترمذي، الترمذي، محمد بن عیسی، (مصر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ، ١٣٩٥ھ)، ج: ٣، ص: ٣٩٩، رقم: ١١٠٢

[9] صحیح البخاری، البخاری، محمد بن اسماعیل دار طوق النجاۃ، ١٤٢٢ھ)، ج: ٢، ص: ٥، رقم: ٨٩٣

[10] صحیح المسلم، المسلم، مسلم بن الحجاج (بیروت: دار احیاء التراث العربي، س-ن)، ج: ٣، ص: ١٦٣٠، رقم: ٢٠٥٩

[11] صحیح المسلم، المسلم، مسلم بن الحجاج (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س-ن)، ج: ٤، ص: ٢٠٧٤، رقم: ٢٦٩٩

[12] المعجم الکبیر، الطبراني، سلیمان بن احمد (القاهرہ: مکتبہ ابن تیمیہ، س-ن)، ج: ١٢، ص: ٤٥٣، رقم: ١٣٦٤٦

[13] صحیح البخاری، البخاری محمد بن اسماعیل (دار طوق النجاۃ، ١٤٢٢ھ)، ج: ٧، ص: ١٣٠، رقم: ٥٧٢٩

[14] الادب المفرد، البخاری، اسماعیل (مکتبۃ المعارف، ١٤١٩ھ)، ص: ٦٣١، رقم: ١١٢٩

[15] صحیح البخاري، البخاري، محمد بن اسماعیل (دار الطوق النجاۃ، ١٤٢٢ھ)، ج: ٣، ص ١٠٣، رقم: ٢٣٢٠

[16] الصحیح المسلم، المسلم، (دار الطباعۃ العامرۃ، ١٤٣٤ھ)، ج: ٦، ص: ١٠٧، رقم: ٢٠١٤

[17] صحیح المسلم، المسلم، مسلم بن الحجاج (بیروت: دار احیا التراث، س-ن)، ج: ٤، ص: ١٩٨٦، رقم: ٢٥٦٤

[18] صحیح المسلم، المسلم، مسلم بن الحجاج (بیروت: دار احیاء التراث، س-ن)، ج: ٤، ص: ١٩٩٦، رقم: ٢٥٧٨.

[19] سنن الترمذي، الترمذي، محمد بن عیسی (مصر: شرکۃ مکتبۃ، ١٣٩٥ھ)، ج: ٥، ص: ٤٥٦، رقم: ٣٣٧١

[20] صحیح المسلم، المسلم، مسلم بن الحجاج (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س-ن)، ج: ٢، ص: ٦٩٠، رقم: ٩٩٣

[21] صحیح البخاري، البخاري، محمد بن اسماعیل (دار الطوق النجاۃ، ١٤٢٢ھ)، ج: ٣، ص: ١٥٨، رقم: ٢٥٩١

[22] صحیح البخاري، البخاري، محمد بن اسماعیل (دار الطوق النجاة، ١٤٢٢ھ)، ج: ٣، ص: ١٣٩، رقم: ٥٧٧٣

[23] البدایہ والنھایہ، ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، (دار ھجر للطباعہ والنشر والتوزیع، ١٤١٨ھ)، ج: ١٠، ص: ٦٨

[24] انساب الاشراف، البلاذري، احمد بن یحیی (بیروت: دار الفکر، ١٤١٧ھ)، ج: ١٠، ص: ٣٥٣

[25] الطبقات الکبری، محمد بن سعد (مصر: مکتبۃ الخانجی، ١٤٢١ھ)، ج: ٣، ص: ٢٩٥

[26] الطبقات الکبری، محمد بن سعید (مصر مکتبۃ الخانجی، ١٤٢١ھ)، ج: ٣، ص: ٢٨٩

[27] الطبقات الکبری، محمد بن سعید (مصر: مکتبۃ الخانجی، ١٤٢١ھ)، ج: ٣، ص: ٢٩٣

[28] الطبقات الکبری، محمد بن سعد (مصر: مکتبہ الخانجی، ١٤٢١ھ)، ج: ٣، ص: ٢٩٥

[29] الاحکام السلطانیہ، ابوالحسن علی بن محمد (قاھرۃ: دار الحدیث، س-ن)، ج: ١، ص: ٣٠٠

[30] الادب المفرد، محمد بن اسماعیل بن ابراھیم (بیروت: دار البشائر الاسلامیہ، ١٤٠٨ھ)، ج: ١، ص: ١٩٨، رقم: ٥٦٢